REGD. No. L.5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر ۷۹

جلد ۴۹/۱۴ ۲۷ تبوک ۱۳۳۹ھش ۲۷ ستمبر ۱۹۶۰ء نمبر ۲۲۲

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب۔ ربوہ

ربوہ ۲۶ ستمبر بوقت ۹½ بجے صبح

کل دن بھر حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر رہی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی علالت

ربوہ ۲۶ ستمبر۔ آج صبح صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کا ٹمپریچر نارمل ہے۔ گزشتہ رات کھانسی کی شدت اور سینہ کے درد کی وجہ سے نیند نہیں آسکی۔ اور بے چینی بھی رہی۔

احباب التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے صاحبزادی صاحبہ موصوفہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

کشمیر کے مسئلے پر کشیدگی کا باعث دُور کرنا ازحد ضروری ہے

"پاکستان اور بھارت کا فائدہ اسی میں ہے کہ دونوں مل جُل کر رہیں"۔ صدر ایوب

نئی دہلی ۲۶ ستمبر۔ صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے اس بات پر دوبارہ زور دیا ہے کہ پاکستان اور بھارت اگر صرف اپنے مفاد کو پیش نظر رکھیں تب بھی ان کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی بجائے ایک دوسرے سے اشتراک عمل کریں۔ صدر نے یہ بھی کہا ہے کہ کشمیر ہمارا بنیادی مسئلہ ہے۔ کیونکہ اس سے ہماری سلامتی اور معیشت متاثر ہوتی ہے۔ ٹائمز آف انڈیا کے نمائندہ خصوصی پریم بھاٹیا سے ایک خاص انٹرویو میں صدر ایوب نے کہا ہے۔ جغرافیائی اور فطری یعنی تاریخی نسلی اور ثقافتی رشتوں سے قطع نظر ان دونوں ملکوں کے اپنے مخصوص مفادات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے کی بجائے مل جل کر رہیں۔ صدر نے کہا یقین جانیے پاکستان کا فائدہ اسی میں ہے کہ بھارت مضبوط اور مستحکم ہو۔ بھارت کی طاقت ہماری طاقت ہے۔

صدر نے کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ہمارا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس سے ہمارا دفاع اور اقتصادیات متاثر ہوتے ہیں۔ صدر نے پنڈت نہرو سے اپنی بات چیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ان پر زور دیا تھا۔ کہ کشیدگی کا باعث دور کیا جائے اور کوئی ایسی مفاہمت کی جائے جو بھارتیوں۔ پاکستانیوں اور کشمیریوں کے لئے اطمینان کا موجب ہے۔ آپ نے کہا ہم نے فی الفور کسی تفصیلی حل پر بحث شروع نہیں کی۔ البتہ ہم اس پر غور کریں گے

لاہور اور سرگودھا کے درمیان ایک تیز رفتار ریل گاڑی چلانے کا انتظام

گاڑی یکم اکتوبر سے چلے گی اور اس میں تیسرے درجہ کی نشستیں ہونگی

لاہور ۲۶ ستمبر۔ ریلوے انتظامیہ نے یکم اکتوبر سے لاہور اور راولپنڈی کے درمیان ایک اور ریل کار چلانے کا انتظام کیا ہے جس میں صرف تیسرے درجہ کی نشستیں ہونگی۔ نئی ریل کار روزانہ ۳ بجکر دس منٹ بعد دوپہر لاہور سے روانہ ہوکر آٹھ بجکر ۲۵ منٹ پر رات کو راولپنڈی پہنچے گی اور راولپنڈی سے صبح ساڑھے سات بجے روانہ ہوکر ایک بجکر ۵ منٹ دوپہر کو لاہور پہنچے گی

اسی تاریخ کو لاہور اور سرگودھا کے درمیان ایک اور تیز رفتار ریل کار چلائی جائے گی۔ جس میں تیسرے درجہ کی نشستیں ہوں گی۔ اس وقت لاہور سے سرگودھا کے سفر میں تقریباً سات گھنٹے اور واپسی سفر میں ۸ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ریل کار کے ذریعہ لاہور سے سرگودھا کا سفر پانچ گھنٹے دس منٹ اور واپسی کا سفر سوا پانچ گھنٹے میں طے ہوگا۔

اُم مظفر احمد کو درد اور بے چینی کی پھر کچھ زیادہ شکایت ہے

ازحضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی لاہور

لاہور ۲۵ ستمبر۔ بوقت ۱½ بجے شب بذریعہ فون

ام مظفر احمد کے ہسپتال سے واپس آنے کی اطلاع شائع ہوچکی ہے۔ اب وہ گزشتہ پیر کے دن سے عزیز مظفر احمد کے مکان پر ہیں۔ اس عرصہ میں دو دفعہ ڈاکٹر امیر الدین صاحب پھر آکر دیکھ گئے ہیں۔ اور ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب تو قریباً روزانہ ہی دیکھتے ہیں ہسپتال سے آنے کے بعد کوفت کے علاوہ عام طبیعت اچھی رہی تھی۔ لیکن کل سے ام مظفر احمد کو پھر درد کی کچھ زیادہ شکایت ہے اور بے چینی میں بھی کچھ اضافہ ہے۔ ڈاکٹر امیر الدین صاحب کا خیال ہے کہ جو پن ہڈی کو جوڑنے کے لئے اندر داخل کی گئی تھی۔ وہ کچھ مزید باہر کی طرف سرک آئی ہے۔ لیکن اس بارہ میں معین علم چند دن کے بعد ایکسرے کے نتیجہ میں ہوسکے گا۔ مگر ایکسرے کا بار بار لینا اچھا نہیں سمجھا گیا۔ بہرحال ام مظفر احمد بدستور احباب کرام کی دعاؤں کی محتاج ہیں۔

میں نے بھی ربوہ واپس آنا تھا مگر ان کی وجہ سے مزید ٹھہرنا پڑا ہے۔

درخواستِ دُعا

لاہور ۲۶ ستمبر بذریعہ فون۔ جناب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے پرسوں امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ "مصباح" کا اپریشن کیا۔ اپریشن خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوا مگر بخار کی شکایت ہے۔ اور کمزوری بھی بہت زیادہ ہے۔ حالت خطرہ سے باہر نہیں۔ احباب کرام کامل و عاجل صحت یابی کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی اے۔ ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۰ء

اسلام کا چیلنج

رسالہ "لائف" امریکہ میں جن چھ سربرآوردہ عالموں نے "امریکہ کا مقصد" کے مضمون پر بحث میں حصہ لیا ہے اُن میں سے آخری پادری بلی گراہم ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا ہے یہ پادری بلی گراہم وہی ہیں جنہوں نے ماضی قریب میں افریقہ کا دورہ کیا تھا اور جن کو جماعت احمدیہ نے وہاں متعدد بار چیلنج کیا مگر انہوں نے احتراز کرنا ہی مناسب سمجھا لائف میں جو مضمون آپ نے لکھا ہے اس میں آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آج امریکہ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ویسے تو بظاہر بڑا صحت مند نظر آتا ہے مگر جس کو اندر ہی اندر بیماری کا گھن لگا ہو اور کینسر اس کی زندگی کو کھا چکا ہو۔ اس لئے آپ نے چھ باتیں بتائیں جن کو چاہیے کہ موجودہ امریکہ اختیار کرے ان کے بغیر آپ کے خیال میں یہ ملک اسی طرح جاں بحق ہو جائے گا۔ جس طرح سرطان سے کوئی شخص جاں بحق ہو جاتا ہے جو بظاہر تو اچھا خاصہ تندرست نظر آتا ہے لیکن بیماری اندر ہی اندر اس کا تمام کام کر چکی ہوتی ہے۔

آپ کے خیال میں یہ چھ باتیں حسب ذیل ہیں۔ اول یہ کہ انفرادی قوتوں کو از سر نو ابھارنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے خیال میں آج امریکہ کے لوگ اسی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں جس طرح مشینوں کے ذریعہ اشیاء مخلوک پیدا کی جاتی ہیں۔ ہماری زندگی بھیڑ چال کی سی ہو گئی ہے۔ ہم ایک کام اس لئے کرتے ہیں کیونکہ دوسرے بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ انفرادی رنگ غائب ہو گیا ہے۔ محض ایک نقلی زندگی رہ گئی ہے۔ ہم میں ایسے لوگ اب پیدا نہیں ہوتے جو رسمی طور و طریق کے خلاف عمل کرنے کی جرأت رکھتے ہوں۔ بس ایک رواج جو چل گیا سو چل گیا اس طرح ہماری انفرادیت ختم ہو چکی ہے

دوئم یہ کہ ہمیں حب وطن کے جذبات از سر نو اختیار کرنے چاہئیں۔ اب وہ پرانا حب الوطنی کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے۔ ہم قومی نمائشوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اشتراکیوں نے حال ہی میں ۴۲ نعروں کا اعلان کیا ہے جن میں تو آبادی ترقی کی بار بار یاد دہانی کی گئی ہے۔ لیکن امریکیوں میں اب وہ جوش و خروش نہیں ہے جو ۱۷۷۶ء میں انہوں نے ظاہر کیا تھا۔

سوئم۔ ہمیں اپنی زندگی میں سخت کوشی اور نظام پیدا کرنا چاہیئے۔ ہماری صحت قابل افسوس ہے۔ ہمارے ہزاروں نوجوان فوجی جسمانی آزمائش میں ناکام ہوتے ہیں ہم کھیلتے زیادہ ہیں اور کام تھوڑا کرتے ہیں ہم ضرورت سے زیادہ کھاتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ پہنتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ جنسیات کی طرف مائل ہیں اور ضرورت سے زیادہ کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو زیادہ ورزش کرتے ہیں ہم سہل انگارانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور مشقت سے بھاگتے ہیں۔ ہم دنیا میں سب سے زیادہ دولت مند تو ہونگے۔ مگر ہم سب سے زیادہ مضبوط اور صحت مند ہرگز نہیں۔

چہارم۔ ہمیں اپنے باپ دادوں کی سی شجاعت حاصل کرنی چاہیئے۔ پنجم ہمیں ان چیلنجوں کے لئے تیار ہونا چاہیئے جن سے آج امریکہ دوچار ہے۔ یہ چیلنج کیا ہیں؟ ہزاروں چیزیں جو ہمارے خون کو گرما سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہمیں پسماندہ ممالک کی مدد کرنی چاہیئے مصلحت کی بجائے راستی کا ساتھ دینا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ ششم یہ کہ ہمیں از سر نو اپنی اخلاقی قوت اور خدا تعالے پر ایمان زندہ کرنا چاہیئے۔

پادری بلی گراہم نے امریکہ کی موجودہ اخلاقی اور مذہبی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس طرح ہے:

"حال ہی میں امریکی زندگی کے جو جائزے لئے گئے ہیں وہ سخت خطرات کا پتہ دیتے اور سخت مایوس کن ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہمارے معاشرہ میں دھوکا بازی عام ہے۔ اخلاق غیر متعلق یا غیر مناسب بن گئے ہیں . . . . .

- - - - - - - -

. . . اب اخلاق مطلق کا کوئی تصور باقی نہیں رہا اخلاق میں حیلہ طرازی اور بہانہ سازی جائز سمجھی جاتی ہے کسی قیمت پر کامیابی ہمارا مقولہ بن چکا ہے۔ ہم اپنی بداخلاقیوں کے عذر میں اب یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ "سب یہی کر رہے ہیں"۔ ہمارے جدید تعلیمی رہنماؤں نے یہ باور کرا دیا ہے کہ ہم جو کچھ ہیں وہ بیرونی دباؤ کا نتیجہ ہے اور ہم ہی سے ہر ایک اپنے ماحول کی پیداوار ہے یا موروثی رجحانات کی وجہ سے ہے اسلئے ہم جو کچھ ہیں اس کے سوا کچھ اور نہیں بن سکتے"۔

پادری بلی گراہم فرماتے ہیں کہ یہ خیال بائبل کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے کیونکہ بائبل سکھاتی ہے کہ ہر ایک اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اگر ہم دس احکام اور پہاڑی واعظ کو نظر انداز کر دیں تو ہماری ہستی قائم نہیں رہ سکتی۔ بائبل کہتی ہے کہ صداقت پروری قوم کو بلند شان کرتی ہے اور گناہ لوگوں کے لئے ننگ ہے۔ پادری بلی گراہم لکھتے ہیں کہ تھیوڈور روز ویلٹ نے کیا خوب کہا ہے کہ

"بغیر اخلاقی تربیت کے محض دماغی تعلیم معاشرہ کے لئے خطرہ ہے۔"

آپ لکھتے ہیں کہ قوم اب گناہ سے تھراتی نہیں ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر رابرٹ ای فچ نے اپنی تصنیف عیسائیت اور حادثہ میں کہا ہے:

"ہم ایسے زمانہ میں رہ رہے ہیں جس میں اخلاقیات متروک ہو چکے ہیں۔ سائنس اخلاق پر برتری لے گئی ہے نفسیات نے انہیں ملوخ اور فلسفہ نے ان کو جذباتی بنا کر نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمارے اخلاق ذم مزاجی میں غرق ہو گئے ہیں۔ جنسیات کے سامنے بھاپ بن کر اُڑ گئے ہیں۔ اور اضافیت سے پس پا ہو گئے ہیں"۔

ہمارے معمولی اخلاقی امتیازات ایک عام طور پر رقیق القلب جذبہ میں ڈوب گئے ہیں جس کی وجہ سے ہم مقتول کی بجائے قاتل معمول کی بجائے ذاتی حملہ آور کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے ہم رفتہ رفتہ اس یقین پر پختہ ہوتے جا رہے ہیں کہ حقیقی مجرم وہ نہیں ہے جو جرم کرتا ہے بلکہ حقیقی مجرم وہ ہے جس کے خلاف جرم کیا جائے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں امریکہ بلند ترین "بیزاری" کا درجہ فی کس رکھتا ہے۔ ہم نے سائنس اور تعلیم سے خلا پر کی کوشش کی ہے۔ ہمارا معیار زندگی اور معیار استراحت بلند تر ہے اور ہم نے اپنی زندگی کے خلا کو ان کے علاوہ بہت چیزوں سے پُر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہم ابھی تک اندر سے کھوکھلے اور خود بیزاری کا شکار چلے آتے ہیں۔ ہم کھوکھلے کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ہمیں اپنے لئے بنایا تھا اور ہم اس کی رفاقت کے بغیر اپنے آپ کو کامل اور بھرپور ہرگز نہیں کر سکتے۔ یسوع نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رہے گا مگر ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور ہر قسم کی

(باقی صفحہ پر)

تیرے شہر میں

یہ بھی فطرت کا ہے اک اعجاز تیرے شہر میں
حسن ہے خود عشق کا غماز تیرے شہر میں

ذہنِ انساں چشمۂ الہام تیرے دیس میں
فکرِ آدم مائلِ پرواز تیرے شہر میں

جانے وہ مقصد ہے کتنا سرفراز و سربلند
ہو رہا ہے جس کا یوں آغاز تیرے شہر میں

صبح کی کرنوں میں ہے کچھ درد و دل کی گفتگو
چاندنی ہے گوش بر آواز تیرے شہر میں

یہ جنابِ خوش نوا اختر آتش طراز
ہم بغل ہے دیکھ سوز و ساز تیرے شہر میں

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ یکم جون ۱۹۴۶ء بعد نماز مغرب بمقام قادیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے یہ غیر مطبوعہ ملفوظات ہیں جنہیں صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

مختلف پیشوں کی وجہ سے پیدا شدہ نقائص

فرمایا:-

ہر پیشہ میں کوئی نہ کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ اور وہ خصوصیت اس پیشہ کے ماحول سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک انسان معمولی سی بات شروع کرتا ہے اور اسکا آہستہ آہستہ اس کے

دل پر اثر

ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور آخر وہ اثر اتنا بڑھ جاتا ہے۔ کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہونے کی بجائے اپنے افعال کا بیٹا بن جاتا ہے۔ جس وقت اس نے وہ کام شروع کیا تھا۔ اس وقت وہ اس کا خالق تھا۔ مگر پھر وہ فعل بڑی دیر تک کرتے رہنے کی وجہ سے اسے اس کی ایسی عادت ہوگئی۔ کہ اس کے لئے اس فعل کا ترک کرنا ایک امر محال بن گیا۔ اور وہ اپنے فعل کے تابع ہو گیا۔ مثلاً شراب کا پہلا گلاس پینے والا آدمی سوچ سمجھ کر پیتا ہے۔ اور اس لئے پیتا ہے کہ وہ اپنے غم غلط کرے۔ اور وہ تکالیف جن کی برداشت کی اسے طاقت نہیں۔ کچھ دیر کے لئے اسے بھول جائیں۔ سپرٹ جو دوائیوں میں ڈالی جاتی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

شراب کتنی بدمزہ چیز ہے

ایسی بدمزہ چیز انسان ابتدا میں اپنے ارادہ سے ہی پیتا ہے۔ مگر پھر یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ لوگ ڈاکٹروں کی منتیں کرتے پھرتے ہیں۔ کہ ہمیں کسی طرح شراب چھڑا دیں۔ مگر اس وقت وہ چھٹ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ اس کے حاکم نہیں رہتے۔ بلکہ شراب ان کی حاکم بن جاتی ہے۔

اسی طرح مثلاً نائیوں کا پیشہ ہے اس پیشہ کی یہ خصوصیت ہے کہ نائیوں کو بہت زیادہ باتیں کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ اگر کوئی عام آدمی اتنی باتیں کرے تو وہ پاگل ہو جائے۔ مگر چونکہ سارا دن ان کی دکان پر آدمی نہیں رہتے۔ بلکہ کسی کسی وقت آتے ہیں۔ اس لئے جونہی کوئی آدمی آتا ہے۔ وہ فوراً اس سے باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور پھر سارے شہر کے واقعات بتاتے ہیں۔ کہ فلاں جگہ یہ ہوا اور فلاں نے ایسا کیا۔ اور فلاں جگہ یہ ہوا۔ اسی طرح بچوں کے جو استاد ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ سارا دن بچوں میں رہتے ہیں۔ اس لئے کسی حد تک ان کی طبیعت میں بھی بچپن آجاتا ہے۔ یہ عادات

ماحول کا ایک طبعی نتیجہ

ہوتی ہیں۔ اسی طرح درزیوں کا پیشہ ہے اس پیشہ کے متعلق لوگوں میں عام احساس یہی ہے کہ درزی کچھ نہ کچھ کپڑا ضرور چوری کرتے ہیں۔ اور کپڑا سینے کا ڈھنگ بھی ایسا ہے۔ کہ اس میں سے کپڑا چرایا جا سکتا ہے۔

لطیفہ مشہور ہے

کہ کسی شخص نے یہ سنا ہوا تھا کہ درزی کچھ نہ کچھ کپڑا اپنے پاس ضرور رکھ لیتے ہیں۔ اس نے اپنے سر کی ٹوپی بنوانی تھی۔ وہ ایک ٹوپی کا کپڑا لے کر درزی کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ کیوں میاں اس سے میرے سر کی ٹوپی بن سکتی ہے۔ اس نے کہا ہاں بن سکتی ہے۔ وہ سمجھا کہ درزی نے جو جھٹ کہہ دیا ہے کہ بن سکتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کپڑا کچھ زائد ہے۔ اس نے کہا دو ٹوپیاں بن سکتی ہیں۔ درزی نے کہا ہاں دو بھی بن جائیں گی۔ وہ سمجھا کہ اب بھی کچھ نہ کچھ کپڑا بچتا ہوگا۔ اسی لئے تو درزی نے فوراً کہہ دیا ہے۔ کہ دو ٹوپیاں بن جائیں گی۔ پھر اس نے کہا کیا تین بن جائینگی درزی نے کہا ہاں تین بھی بن جائیں گی۔ پھر اس نے کہا کہ چار ٹوپیاں بن جائیں گی۔ اس نے کہا ہاں چار بھی بن جائیں گی۔ پھر اس نے کہا کیا پانچ ٹوپیاں بن جائیں گی۔ درزی نے کہا ہاں پانچ بھی بن جائیں گی پھر اس نے کہا کیا چھ ٹوپیاں بن جائیں گی درزی نے کہا ہاں چھ بھی بن جائیں گی۔ پھر اس نے کہا کیا اس کپڑے کی سات ٹوپیاں بن جائینگی درزی نے کہا ہاں سات بھی بن جائیں گی۔ پھر اس نے کہا کہ کیا اس کپڑے کی

آٹھ ٹوپیاں بن جائینگی

درزی نے کہا ہاں آٹھ ٹوپیاں بھی بن جائیں گی۔ جب درزی نے کہا آٹھ ٹوپیاں بھی بن جائیں گی۔ تو اس آدمی نے خیال کیا کہ چلو اگر ایک کی بجائے آٹھ ٹوپیاں بن جائیں۔ تو غنیمت ہے۔ اگر کچھ کپڑا وہ چرا بھی لے گا تو کوئی افسوس کی بات نہیں۔ وہ درزی سے وعدہ لے کر چلا گیا۔ کہ دو دن کے بعد آ کر ٹوپیاں لے لینا۔ جب وہ دو دن کے بعد ٹوپیاں لینے کے لئے گیا تو درزی نے آٹھ اتنی چھوٹی چھوٹی ٹوپیاں اسے دے دیں۔ جو بمشکل ایک انگلی کے سر پر آسکتی تھیں۔ اس آدمی نے درزی سے کہا یہ کیا؟ اتنی چھوٹی چھوٹی ٹوپیوں کو میں کیا کروں۔ اس درزی نے کہا آپ کپڑا ماپ لیں پورا ہے یا نہیں۔ آپ نے آٹھ ٹوپیاں بنانے کے لئے کہا تھا۔ سو اتنے کپڑے میں ایسی ہی آٹھ ٹوپیاں بن سکتی تھیں۔ بہرحال لوگوں میں یہ مشہور ہے واللہ اعلم کہاں تک سچ ہے کہ درزی کچھ نہ کچھ کپڑا ضرور بچا لیتے ہیں۔ اسی طرح

گجرات، گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے اضلاع

کے لوگوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جانوروں کی چوری بہت کرتے ہیں۔ یہ چوری بھی ان کے ایک خاص ماحول کا نتیجہ ہے۔ یہ علاقہ پہلے بنجر اور غیر آباد تھا۔ آبادیاں دور دور تھیں۔ اور کوئی بوجھل گٹھڑی اٹھا کر دور لے جانا بڑا مشکل تھا۔ اس لئے لوگ زیادہ تر جانوروں کی چوریاں کرتے تھے۔ کیونکہ جانور خود بخود چلتا چلا جاتا ہے۔ اور اس کو اٹھانا نہیں پڑتا۔ اسی وجہ سے آج تک ان لوگوں میں یہ رواج ہے کہ وہ ایک دوسرے سے دشمنیاں اسی طرح نکالتے ہیں کہ جو طاقتور ہوتا ہے وہ دوسرے کے جانوروں کا گلہ چرا لیتا ہے۔ اور چونکہ ان علاقوں کے لوگوں کو زیادہ تر جانور پالنے کی عادت ہے اس لئے

جانوروں کی چوری

ان میں پھیل گئی۔ اور بطور عادت ان کی طبائع میں راسخ ہو گئی۔ بلکہ گجرات کی بعض قوموں میں تو یہ رواج اب تک پایا جاتا ہے کہ جب تک بھائی اپنی بہن کو بھینس چرا کر نہ دے۔ وہ پگڑی نہیں باندھتا۔

کوئی ایک احمدی بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جس نے وصیت نہ کی ہو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(مرسلہ سکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ ربوہ)

"اس وقت میرے نزدیک کم از کم یہ تحریک ہونی چاہیئے کہ جماعت کا ہر فرد وصیت کرے۔ دنیا میں ہر چیز کے مظاہرے کا ایک وقت ہوتا ہے ہمارے ہاتھ سے قادیان نکل جانے کی وجہ سے دشمن کی نظریں اس وقت خاص طور پر اس امر کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ بہشتی مقبرہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیسے وصیت کرتے ہیں۔ اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہر احمدی وصیت کرے۔ اور دنیا کو بتا دے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے وعدوں پر جو ایمان اور یقین حاصل ہے۔ وہ قادیان کے ہاتھ سے نکلنے سے وابستہ نہیں۔ ہم ہر حالت میں اپنے ایمان پر قائم ہیں۔ . . .

. . . . اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے۔ جس نے وصیت نہ کی ہو۔"

(الفضل ۵ جون ۱۹۴۸ء)

جب بھینس چرا کر دیتا ہے تو وہ پکڑی باندھنا شروع کرتا ہے اور وہ چیز سے دالا بن جاتا ہے۔ اسی طرح کشمیر میں زمینوں کی چوری کی جاتی ہے۔ وہاں رات کو لوگ ایک دوسرے کی زمین چرا لیتے ہیں۔ جن لوگوں نے کشمیر کی زمینوں کا سسٹم نہیں دیکھا وہ حیران ہوں گے کہ کیا زمینیں بھی چرائی جا سکتی ہیں مگر حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جھیل ڈل میں لوگ لکڑی کے تختوں پر مٹی ڈال کر اس پر سبزیاں اور ترکاریاں بوتے ہیں کوئی دس ٹکڑے اس قسم کے بنا لیتا ہے۔ اور کوئی بیس ٹکڑے اس قسم کی سبزیوں کی کاشت کے لئے بنا لیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس قسم کی زمین ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جا سکتی ہے۔ جن لوگوں میں

ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد

ہوتا ہے وہ رات کو ایک دوسرے کی زمین چرا لیتے ہیں۔ یعنی ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ چونکہ ان کا ماحول اس قسم کی چوری کا ہے اس لئے کئی لوگ چوری میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اخبار نویسی کا جو پیشہ ہے اس کا جھوٹ سے بہت تعلق ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ دنیا میں کل کی چیز آج بک سکتی ہے۔ لیکن کل کا اخبار آج بک نہیں سکتا وہ تو روز کا روز ہی بکتا ہے اور ہر روز اسے نئی نئی باتیں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ اخبار کی بکری کا انحصار اسی بات پر ہے۔ مگر ہر روز اخبار نویس نئی اور عجیب باتیں کہاں سے لائیں۔ اس لئے اخبارات ڈھکوسلے ہانکنے پر آ جاتے ہیں۔ سوائے ان کے جن کے پاس آدمی زیادہ ہوں مگر وہ بھی

نئی بات نکالنے کے درپے رہتے ہیں

اور سمجھتے ہیں کہ جتنی عجوبہ بات بیان کریں گے اتنے ہی لوگ زیادہ متاثر ہوں گے اور اخبار کی بکری زیادہ ہوگی۔ اس لئے ایک معمولی بات کو بھی مختلف رنگوں میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خبریں دبنے لگ جاتے تو خود خبریں بنا بھی لیتے ہیں۔ جب میں ولایت گیا تو مجھے یاد نہیں کہ کسی ایک اخبار نے بھی صحیح انٹرویو چھاپا ہو۔ اور جب ہم پوچھتے تو وہ کہتے اسی طرح خبر زیادہ دلچسپ بن جاتی ہے ہمیں اسی وجہ سے ایک

عجیب قسم کی مصیبت

پیش آئی۔ جب کوئی اخبار نویس ملنے کے لئے آتا تو یوں معلوم ہوتا کہ عزرائیل آ گیا ہے۔ ہم کہتے کچھ تھے اور اخباروں میں چھپتا کچھ تھا

میں نے جو لیکچر کانفرنس میں پڑھنے کے لئے لکھا وہ چونکہ مقررہ وقت میں ختم نہیں ہو سکتا تھا اس لئے منتظمین نے کہا کہ اسے مختصر کر دیا جائے لیکن اخبار نویسوں کو ہم اس سے قبل کاپیاں دے چکے تھے مضمون کے پڑھے جانے کی خبر جب ٹائمز آف لنڈن جیسے اخبار میں شائع ہوئی تو اس نے میری تقریر کے خلاصہ کے طور پر وہ حصہ شائع کیا جو پڑھا ہی نہ گیا تھا بلکہ لمبا ہونے کی وجہ سے کاٹ دیا گیا تھا۔ گویا خود ہی فرضی طور پر خلاصہ دے دیا۔ غرض یہ ایسا پیشہ ہے کہ اس میں بے انتہا مبالغہ آ جاتا ہے اور اگر انسان میں تقویٰ اور خشیت اللہ نہ ہو تو اخبار نویس ہو کر سچائی پر قائم رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ سندھ سے واپس آتے ہوئے حیدر آباد میں ڈیلی گزٹ کے نامہ نگار نے جو اور بھی کئی اخبارات کے نامہ نگار تھے مجھ سے انٹرویو کرنا چاہا تو میں نے ان سے کہا کہ

میرا پچھلا تجربہ یہ ہے

کہ انٹرویو ہمیشہ غلط چھپتا ہے۔ انہوں نے کہا آپ یہ بات میرے بارے میں نہیں پائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے جو کچھ لکھا اور اخبار میں چھپا وہ درست تھا اور یہ میرا پہلا تجربہ تھا کہ ایک نامہ نگار نے وہی کچھ اخبار کو بھجوایا جو میں نے کہا تھا۔ آج میں نے اخبار پارس لاہور دیکھا یہ کانگرسی اخبار ہے اور عام طور پر غلط خبریں شائع کرتا ہے لیکن جو مضمون لکھتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اکثر سلجھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسے متعصبانہ نہیں ہوتے جیسے دوسرے ہندو اخبارات لکھتے ہیں اس لئے میں اس کی قدر کرتا ہوں اس نے میری ایک موقعہ کی قائد اعظم کے متعلق گفتگو کا حوالہ دیا ہے جس سے مجھے خوشی ہوئی کہ یہ دوسری مثال ہے اور

عجیب بات یہ ہے

کہ یہ دونوں ہی ہندو ہیں۔ ایک مسلمان نامہ نگار کے متعلق مجھے اتنا تجربہ ہے کہ انہوں نے مجھ سے کچھ باتیں کیں اور میں نے انہیں جواب دیئے اور کہا کہ یہ باتیں شائع کرنے کے لئے نہیں تو انہوں نے شائع نہ کیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی پریس کا ایک حصہ اب اچھی حالت اختیار کرتا جا رہا ہے

ان نقائص کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے؟

اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ان اخلاق کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک اس نقطۂ نگاہ سے علاج کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی کہ کسی پیشہ کی وجہ سے کیا کیا نقائص پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے

کہ ہر پیشہ کے متعلق اس کی مجبوریوں کا پتہ لگایا جائے اور پھر ان کا علاج سوچا جائے اور اس طرح ان کے بُرے اثرات دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ قومی لیڈروں کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ اسی طرح ہماری جماعت میں بھی ابھی ایسے مفکروں کی ضرورت ہے جو مختلف امور کے متعلق غور و فکر کر کے ان کے نتیجہ سے امام وقت کو اطلاع دیں تاکہ ان کو مدنظر رکھ کر جماعت کے ہر طبقہ کی اصلاح کی جا سکے مذہبی اخبارات کے لئے تو آسانی ہوتی ہے کیونکہ انہیں سنجیدہ بات کہنی ہوتی ہے۔ میں اپنے اخبارات کے متعلق یہ باتیں نہیں کہہ رہا۔ مگر جب ہم نے بھی اخباروں کو اخباری رنگ میں چلانا ہے تو

ہمیں غور کرنا چاہیئے

کہ ان مشکلات کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے جو اخبار نویسوں کو جھوٹی خبریں بنا کر شائع کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ اخبار نویسوں میں یہ قوت پیدا کی جائے کہ وہ اخبارات کی زیادہ بکری کے لالچ میں نہ آئیں اور ادھر پبلک کی ذہنیت میں یہ تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ عجیب و غریب عنوانات کے پیچھے نہ جایا کرے بلکہ حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کیا کرے۔ لیکن ضرورت ہے کہ اس بارہ میں تفصیلی غور کیا جا سکے اور ان نقائص کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

برٹش گی آنا میں تبلیغ اسلام

(مرسلہ وکالت تبشیر ربوہ)

برٹش گی آنا ہمارے مبلغ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ برٹش گی آنا جہاں کہ وہ حال ہی میں متعین ہوئے ہیں (اس سے قبل آپ ٹرینیڈاڈ میں متعین تھے) جو جنوبی امریکہ کے شمال میں واقع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے مبلغین سے خط و کتابت کے ذریعہ اور ہمارے لٹریچر کے مطالعہ کے سبب جماعت قائم ہو چکی ہے۔

یہاں پہنچ کر مجھے متعدد تقاریر کرنے کا موقعہ میسر آیا اور مختلف افراد تک اسلام پہنچانے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ جارج ٹاؤن (دارالحکومت) کے ٹاؤن ہال میں بھی لیکچر دیا جس میں ۳۵۰ کے قریب افراد شریک ہوئے۔ میں نے "اسلام ایک کامل مذہب ہے" کے موضوع پر تقریر کی جسے حاضرین نے بڑے احترام سے سنا۔ بعد میں سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اس کا ذکر یہاں کے ایک مقامی اخبار نے بھی کیا اور تین اقساط میں تقریر کو شائع کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثیر افراد تک اسلام کا نام پہنچ گیا ہے۔

قید خانوں کے ڈائریکٹر نے مدعو کیا اور مسلمان قیدیوں سے ملاقات کا موقعہ بہم پہنچایا۔ چنانچہ انہیں زبانی بھی اور لٹریچر کے ذریعہ بھی اسلامی تعلیم کی پیروی کرنے کی تلقین کی تمام مسلمان قیدی میرے وہاں پہنچنے پر بڑے شوق سے میرے گرد جمع ہو کر باتوں کو سنتے رہے۔ بعض غیر مسلم قیدی بھی اس موقعہ پر استفادہ کرتے رہے

ایک سہ ماہی رسالہ جس کا نام "احمدیہ مارچ لائٹ" رکھا گیا ہے جاری کرنے کی کوشش جاری ہے۔ برٹش گی آنا کی جماعت گو ابھی نئی نئی ہے تاہم اس کے بعض افراد از حد مخلص ہیں۔ اور اسلامی تعلیم اور احمدیت کی روح سے حقیقی طور پر واقف ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسلامی معاشرہ اور اس کا نظام کے موضوع پر ایک مقالہ

"مجلس مذاکرہ علمیہ جامعہ احمدیہ کے زیر اہتمام مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف ۲۸/۹/۶۰ کو بوقت پانچ بجے شام جامعہ احمدیہ ہال میں ایک مقالہ "اسلامی معاشرہ اور اس کا نظام" کے موضوع پر پڑھیں گے۔ احباب سے درخواست ہے کہ کثرت سے شامل ہو کر استفادہ فرمائیں"

(سیکرٹری مجلس مذاکرہ علمیہ جامعہ احمدیہ۔ ربوہ)

شکریہ احباب

میں ان تمام رشتہ داروں اور سردار صاحب کے دوستوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جنہوں نے سردار کرم داد خانصاحب کی وفات پر مجھے تعزیت اور اظہار ہمدردی کے خطوط لکھے ہیں۔ فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے مشکل ہے۔ اس لئے الفضل میں اس مختصر نوٹ کے ذریعہ ان سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب بھائیوں اور بہنوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

(اہلیہ سردار کرم داد خانصاحب مرحوم۔ ربوہ)

قدیم کشمیر میں عیسائی مذہب

(از مکرم قریشی محمد اسد اللہ صاحب کاشمیری)

— (۲) —

آگے اس روایت میں جس کا سلسلہ عبارت طویل ہے مذکور ہے کہ ہماری کتابوں میں لکھا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نامی پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے۔ پس جب کشمیر میں اسلام آیا تو ہم نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں خوب غور و خوض کرکے بالآخر اسلام قبول کر لیا۔

اس روایت میں بادشاہ اور چالیس ساتھیوں کا کرسیوں پر بیٹھنا اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اور تعلیم دینا اور حلال و حرام کے متعلق فتویٰ دینا ظاہر کرتا ہے کہ کشمیر میں اسلام کی آمد تک عیسوی سلسلہ خلافت موجود تھا۔ ایک اور کتاب "اکمال الدین و تمام النعمت" ہے جو شیعہ کی معتبر کتاب ہے اور آج سے ایک ہزار سال قبل لکھی گئی تھی اس میں لکھا ہے کہ:۔

"حضرت یوز آصف نے کشمیر میں آخری وقت اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا جس کا نام بعتباد تھا اور اسے وصیت کی تھی کہ میرے بعد عبادات پر قائم رہنا۔ نماز پڑھتے رہنا۔ سچائی سے منہ نہ پھیرنا۔ یہ وصیت کرکے وہ فوت ہو گئے۔ خدا ان پر رحمت کرے"

(بحوالہ جیسس ان ہیون آن ارتھ)

اسی طرح ملا محمد خلیل مؤرخ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:۔

"کہ ابھی جبکہ حضرت ختم المرسلین پیدا بھی نہ ہوئے تھے یہ کشمیری مسلمان سابقہ اہل کتاب کے پیغمبروں کے امتی بنے ہوئے تھے"

(بحوالہ اہل کشمیر کی نسلی تاریخ صفحہ ۲۱-۲۲)

کشمیر کی قدیم تاریخوں کی شہادت

کشمیر کی قدیم تاریخوں میں ایشان دیو (عیسیٰ دیو) یوز آصف اور عیسیٰ مسیح کے ناموں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کشمیر۔ دعویٰ نبوت۔ دعوت خلائق اور بالآخر یہیں وفات پانے کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ سندیمان اور اس کے مذہبی پیشوا عیسیٰ دیو کا واقعہ کشمیر کی ہر تاریخ میں پایا جاتا ہے۔ سب سے پہلے کشمیر کی جس فارسی تاریخ میں یوز آصف اور عیسیٰ مسیح کے نام سے آپ کا ذکر ملتا ہے وہ بہت پرانی قلمی تاریخ کشمیر ہے اور اس کا کرم خوردہ اور گرد و پیش سے شکستہ نسخہ آج بھی غلام محی الدین صاحب واچو کے پاس سرینگر کشمیر میں موجود ہے۔ مصنف "جیسس ان ہیون آن ارتھ" خواجہ نذیر احمد صاحب لاہور نے لکھا ہے کہ اس کا مصنف ملا نادری ہے۔

ملا نادری عہد بڈشاہی کا سرکاری فاضل تھا۔ بڈشاہ آج سے قریب پانچ سو سال پہلے کشمیر کا مشہور بادشاہ گذرا ہے ملا نادری اس فارسی تاریخ کشمیر میں راجہ گوپادت کے ذکر میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

راجہ اکھ کے معزول ہونے کے بعد اس کا بیٹا راجہ گوپانند گوپادت کا نام اختیار کرکے حکمران ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں بہت سی عمارات تعمیر ہوئیں۔ کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک شکستہ گنبد تھا اپنے وزیروں میں سے ایک شخص سلیمان نامی کو جو پارس سے آیا تھا اس کی تعمیر کے لئے مقرر کیا۔ ہندوؤں نے اعتراض کیا کہ وہ دین باہر ملیچھ ہے اسوقت حضرت یوز آصف بیت المقدس کی جانب سے وادی اقدس (کشمیر) کی طرف مرفوع ہوئے اور آپؑ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ شب و روز عبادت باری تعالےٰ میں مشغول رہے تقویٰ اور پارسائی میں اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر خود کو اہل کشمیر کیطرف مبعوث سمجھا اور دعوت خلائق میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ خطہ کشمیر کے لوگ آنحضرت (یوز آصف) کے عقید تمند تھے۔ راجہ گوپادت نے ہندوؤں کا اعتراض ان کے پیش کیا اور آنحضرت کے حکم سے سلیمان کو جسے ہندوؤں نے سندیمان کا نام دیا۔ گنبد مذکور کی تکمیل پر مقرر فرمایا اور اس نے سیڑھی پر لکھا:۔

"اس وقت یوز آصف نے دعوی پیغمبری کیا ہے"

اور دوسری سیڑھی کے پتھر پر یہ عبارت لکھی

"وہ یسوع پیغمبر بنی اسرائیل ہے"

اور ہندوؤں کی ایک کتاب میں میں نے دیکھا ہے کہ آنحضرت بعینہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اور یوز آصف بھی نام اختیار کر لیا تھا۔ والعلم عند اللہ اور آپ نے اپنی عمر یہیں بسر کی اور وفات کے بعد موضع انزمرہ میں دفن ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت کے روضہ سے انوار نبوت جلوہ گر ہیں راجہ گوپادت نے ۶۰ سال دو ماہ حکومت کی اور گذر گیا۔

(تاریخ کشمیر فارسی قلمی صفحہ ۶۹)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ کشمیری عوام کی اکثریت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس قدر معتقد تھی کہ بادشاہ کو بھی ایک نزاعی مسئلہ میں آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا اور ہندوؤں نے جو یہ اعتراض کیا تھا کہ سلیمان تخت سلیمان کی مرمت نہ کرے کیونکہ وہ دین ملیچھ یعنی عیسوی مذہب رکھتا ہے تو اس اعتراض و اختلاف کو دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے آپ ہی کو حکم (ججّ) مقرر کیا چنانچہ جب آپ نے فیصلہ کیا کہ سلیمان ہی تخت سلیمان کی مرمت کرے گا تو ہندو معترضین خاموش ہو گئے اور حضرت سلیمان نے تخت سلیمان کی مرمت کی اور اپنے مذہبی پیشوا کے نام کے کتبے تخت سلیمان پر کندہ کئے۔

علاوہ اس کے اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود راجہ گوپادت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت و بزرگی کا قائل تھا اور سمجھتا تھا کہ اس نزاعی مسئلہ کا جو فیصلہ حضرت عیسیٰ کریں گے اسے معترضین بھی تسلیم کریں گے۔ ورنہ معترضین کا اعتراض ان کے پیش نہ کرتا بلکہ عین ممکن ہے کہ راجہ گوپادت بھی حضرت عیسیٰ کا معتقد ہو۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ سلیمان نے گوپادت کے عہد حکومت میں تخت سلیمان پر یسوع پیغمبر بنی اسرائیل کے کتبے کندہ کئے اور اس کا وزیر ہوتے ہوئے وہ سرکاری حیثیت سے ایسا نہ کر سکتا تھا جب تک کہ اس کی اجازت یا مرضی نہ ہوتی اگر اس کی اجازت یا مرضی سے ایسا ہوا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کے معتقدین میں سے تھا۔

کشمیر کا ایک عیسائی بادشاہ

راج ترنگنی از پنڈت کلہن "جو کشمیر کی قدیم تاریخ ہے" میں حضرت عیسیٰ کا ذکر **ایشان دیو** کے نام سے کیا گیا ہے جو **عیسیٰ دیو** کا بگڑا ہوا سنسکرت تلفظ ہے یہ ذکر سندیمان کے ایک دلچسپ واقعہ کے تحت کیا گیا ہے۔ سندیمان کو سندھی متی۔ سمدھی متی۔ سندمت۔ سندیمان اور سلیمان کے مختلف ناموں سے تواریخ ہائے کشمیر میں ذکر کیا گیا ہے اور دراصل کشمیر کا عیسائی بادشاہ گذرا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "سندیمان کشمیر کے راجہ جے اندر کا دانا وزیر تھا مگر دشمنوں کے کہنے میں آکر اس نے اس دانا وزیر کو معزول کرکے قید کر دیا تاکہ لا ولد راجہ جے اندر کے بعد عوام اسے راجہ نہ بنائیں۔ اس خوف سے اسے صلیب دئے جانے کا حکم بھی دے دیا مگر اس کے گرو ایشان دیو (عیسیٰ دیو) نے پیشگوئی کی کہ سلیمان صلیبی موت سے بچ کر تخت کشمیر کا مالک بنے گا" چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ ادھر جب سلیمان کو رات کیوقت صلیب دیا جانے لگا۔ ادھر راجہ سخت بیمار ہوا اور اس کی موت واقع ہوئی تب ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ عیسیٰ دیو کی دعاؤں اور کشمیری عیسائیوں کی کوششوں سے سلیمان صلیبی موت سے بچا لیا گیا اور اس موقعہ پر کشمیری عوام نے نے انتہائی خوشی مناتے ہوئے متفقہ طور پر سلیمان کو آریہ راج (آریوں کا بادشاہ) کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔ وہ دنیوی جھمیلوں میں پھنسنا نہ چاہتا تھا اور عبادت الٰہی میں زندگی بسر کرنا چاہتا تھا مگر اپنے گرو عیسیٰ دیو کے حکم اور اہل ملک کے اصرار کے مطابق اس نے تخت پر بیٹھنا منظور کر لیا۔ اس نے عدل و انصاف سے عبادت میں بسر کرتے ہوئے ۴۷ سال تک حکومت کی۔ (تفصیل کے لئے دیکھو راج ترنگنی ترنگ ۲ از صفحہ ۱۷۷ تا صفحہ ۱۹۴ مترجم اردو)

جب سلیمان کے متعلق عیسیٰ دیو کی پیشگوئی پوری ہوئی اور وہ صلیبی موت سے بچ گیا تو اس موقعہ پر کشمیری عیسائیوں نے خوشی منائی چنانچہ پنڈت کلہن لکھتا ہے۔

"جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو عورت مرد۔ جوان۔ بوڑھے اور امیر و وزیر سبھی سب جمع ہو کر شمشان بھومی میں پہنچ گئے۔۔۔۔۔ ہر چند کہ سندھی متی (سلیمان) دنیوی جھمیلوں میں پھنسنا نہ چاہتا تھا۔ مگر اپنے گرو کے فرمان اور اہل ملک کے اصرار سے تخت پر جو اس وقت خالی پڑا تھا بیٹھنا منظور کر لیا۔ خوشی کے باجے بجنے لگے اور برہمنوں نے اسی جگہ اس کو اشنان کرا کر اس کے سر پر تاج پہنا دیا اور جب اس کی سواری شہر میں داخل ہوئی تو رعایا خوشی کے نعرے مار رہی تھی اور چاروں طرف سے پھولوں اور بھنے ہوئے دھانوں کی بارش ہو رہی تھی۔ (راج ترنگنی صفحہ ۱۸۴)

اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ سلیمان جو حضرت عیسیٰ کا صادق الاعتقاد مرید تھا جب اپنے مذہبی پیشوا ایشان دیو (عیسیٰ دیو) کی پیشگوئی کے مطابق معجزانہ طریق سے صلیبی موت سے بچ گیا ایسے ہی جیسے کہ خود حضرت عیسیٰ فلسطین میں صلیبی موت سے بچ کر آئے تھے تو وہ اپنے پیشوا کے حکم اور اہل کشمیر کی خواہش کے مطابق آریہ راج کے لقب سے کشمیر کا بادشاہ بن گیا جو کشمیر کا عیسائی بادشاہ تھا اور جس نے عدل و انصاف سے عبادت میں بسر کرتے ہوئے ۴۷ سال تک حکومت کی۔

اس کی بادشاہت اور تخت نشینی کے موقعہ پر نعرے مارنیوالے اور خوشی منانیوالے اور پھولوں اور بھنے ہوئے دھانوں کی بارش برسانے والے دراصل وہ لوگ تھے جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لا چکے تھے اور سلیمان کے ہم عقیدہ اور عیسوی سلسلہ کے ایماندار لوگ تھے اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ سلیمان کی وزارت سے معزولی کے بعد اہل کشمیر اس کی ترقی اقبال کے لئے دعائیں بھی کرتے رہتے تھے جیسا محمد الدین صاحب فوق "مکمل تاریخ کشمیر" میں لکھتے ہیں۔

وزیر کی حسن تدبیر نے اپنی ۲۷ سالہ وزارت میں رعایا کو ایسا گرویدہ احسان کیا تھا کہ اس کی معطلی نے لوگوں کو سخت صدمہ پہنچایا چاروں طرف سے شور واویلا اٹھا چھوٹا۔ بڑا جو بھی تھا۔ اس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے باعث اس کی ترقی اقبال کے لئے دعائیں کرتا تھا (مکمل تاریخ کشمیر ج صفحہ ۱۳۷)

(باقی صفحہ ۷ پر)

سالانہ اجتماع ناصرات الاحمدیہ سنہ ۱۹٦٠ء

برموقعہ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ

۲۱-۲۲-۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹٦٠ء

امسال ناصرات الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ کے اجتماع کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔ لجنات کو چاہیئے کہ وہ ابھی سے زیادہ سے زیادہ بچیوں کو شامل ہونے کے لئے تیار کریں اور مندرجہ ذیل ضروریات کے ماتحت تیاری شروع کر دیں۔

(۱) ہر لجنہ یہ کوشش کرے کہ ان کی طرف سے ناصرات کا کوئی نہ کوئی نمائندہ ضرور پہنچے۔

(۲) سالانہ اجتماع کے موقع پر شوریٰ کا اجلاس بھی ہوگا۔ جس میں ناصرات الاحمدیہ کی ترقی وبہبودی کے متعلق بھی غور کیا جائے گا۔ لجنات شوریٰ میں پیش کرنے کے لئے ناصرات کے متعلق بھی اپنی تجاویز بھجوائیں۔

(۳) تمام لجنات ناصرات الاحمدیہ کی سالانہ رپورٹ آٹھ اکتوبر سنہ ۱۹٦٠ء تک بھجوا دیں۔ اس میں تعداد ممبرات لجنہ اور تعداد ممبرات ناصرات الاحمدیہ الگ الگ درج کریں۔ دوران سال کا چندہ بھی درج کریں۔ ہر ناصرات الاحمدیہ کو اس مرتبہ کام کی نوعیت کے لحاظ سے نمبر دئے جائیں گے۔

(۴) سالانہ اجتماع کے موقع پر تحریری وتقریری مقابلوں کے علاوہ کھیلوں کا پروگرام بھی ہوگا

(۵) تلاوت قرآن مجید کا پہلے پانچ سیپاروں میں سے مقابلہ ہوگا۔

(٦) نظم کا مقابلہ۔ صرف درثمین میں سے شعر پڑھنے ہونگے۔

(۷) تقریری مقابلہ ۸ تا ۱۰ سال چھوٹا گروپ۔ حسب ذیل عنوان ہوں گے۔ وقت پانچ منٹ اور زبانی تقریر کرنی ہوگی۔

۱۔ اطاعت۔ ۲۔ احمدی بچی کے فرائض

(۸) تقریری مقابلہ ۱۱ تا ۱۵ سال بڑا گروپ مندرجہ ذیل عنوان ہوں گے وقت ۷ منٹ زبانی تقریر کرنی ہوگی۔

۱۔ سچائی۔ ۲۔ احمدیت کی صحیح خادمہ کیونکر بنا جا سکتا ہے۔ ۳۔ الٰہی سلسلوں کے لئے خلافت کا ہونا ضروری ہے۔

(۹) زبانی مقابلہ۔ دینی معلومات۔ چھوٹے گروپ کے لئے قرآن مجید کی آخری پانچ سورتیں زبانی نماز سادہ اور آسان سوالات ہونگے۔

۱۰۔ تحریری مقابلہ۔ دینی معلومات بڑا گروپ۔ کاغذ قلم کا انتظام لڑکیاں کر کے آئیں۔ نصاب مندرجہ ذیل ہوگا۔ ترجمہ قرآن مجید پہلا سیپارہ۔ قرآن مجید کی آخری دس سورتیں زبانی نماز با ترجمہ۔ چہل حدیث کی پہلی دس حدیثیں اس کے علاوہ عام مذہبی وعلمی سوالات۔

امید ہے کہ لجنات زیادہ سے زیادہ بچیوں کو اجتماع میں شامل کرنے کی کوشش کریں گی

(جنرل سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ)

زعماء انصار اللہ سے گذارش

شوریٰ انصار اللہ کے لئے نمائندگان کے اسمائے گرامی سے ازراہ کرم جلد مطلع فرما دیں۔ بیس ارکان یا اس کی کسر پر ایک نمائندہ منتخب ہوگا۔ صحابہ کرام۔ ناظمین اعلیٰ۔ ناظمین۔ زعماء اعلیٰ اور زعماء بحیثیت عہدہ شوریٰ کے رکن ہوں گے۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کا چھٹا سالانہ اجتماع

مجالس انصار اللہ کا چھٹا سالانہ اجتماع انشاء اللہ ۲۸-۲۹-۳۰ر اکتوبر کو بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔ احباب حسب سابق اس تربیتی اجتماع میں کثرت سے شریک ہوں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

تعمیر مساجد ممالک بیرون

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

"ہمارے ذمہ بہت بڑا کام ہے اور ہم نے تمام غیر ممالک میں مساجد بنانی ہیں یہاں تک کہ دنیا کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کی آواز آنے لگ جائے اور لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو جائیں"۔

"مساجد کا قیام قوم کے لئے بڑی برکت کا موجب ہوتا ہے"

"جو قوم خدا تعالیٰ کے گھر کو آباد رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کے گھر کو ویران نہیں کر سکتی"

پس مبارک ہیں وہ دوست جو تعمیر مساجد ممالک بیرون کے لئے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ چندہ ادا کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔ (وکیل المال تحریک جدید ربوہ)

پیر محمد سراج الدین صاحب مرحوم

خاکسار کے شفیق والد پیر محمد سراج الدین صاحب صدیقی صرف چند دن بعارضہ بخار بیمار رہ کر مورخہ ۲۲ر اگست سنہ ۱۹٦٠ء بمقام سیالکوٹ قریباً ڈیڑھ بجے دن اپنے مولا حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم وسط سال سنہ ۱۹۴۵ء میں محکمہ نہر کی ملازمت سے ریٹائر ہو کر اپنے آبائی وطن شہر سیالکوٹ میں اقامت پذیر ہوئے اور وہیں اپنے بنائے ہوئے مکان میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ معہ اپنی اولاد کے ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے اور آخری وقت تک سلسلہ عالیہ کے پرجوش رکن رہے۔ خاکسار کے تایا جان مرحوم پیر محمد چراغ شاہ صاحب اور حضرت والد صاحب مرحوم کو جد دیں ساتھ ساتھ مکانوں میں رہا کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۳۳ء کے اواخر میں اچانک حضرت تایا صاحب مرحوم کی بیعت کی اطلاع پر آپ پریشان سے ہوئے۔ جلدی جلدی پرسش حال کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے تایا صاحب مرحوم سے مثبت میں جواب پا کر پریشان صورت گھر لوٹ آئے اسی دن سے دعاؤں پر زور دینے لگے کہ خدایا صرف مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان کہلاتا ہوں دین کا تو مجھے کچھ بھی علم نہیں۔ تو محض اپنے فضل سے عاجز کی رہنمائی فرما۔ اگر احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے تو اپنے فضل سے مجھے اسے قبول کرنے کی طاقت عطا فرما۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا تو عید آ گئی۔ دونوں بھائی اپنے اپنے گھروں میں فکرمند تھے کہ سالہا سال کی روایات کے خلاف آج کیسے علیحدہ علیحدہ مقامات پر نماز کے لئے جائیں گے۔ کہ اچانک حضرت تایا جان مرحوم نمودار ہوئے اور نماز کے لئے چلنے کی دعوت دی۔ تایا جان مرحوم کی آواز سن کر والد صاحب مرحوم بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھے اور یہ کہتے ہوئے اپنے بھائی سے بغل گیر ہو گئے "کہ مولا کریم نے میرا سینہ کھول دیا ہے" بہن بھائی عید کے لئے گھر آئے ہوئے تھے۔ والد صاحب مرحوم اور تایا صاحب مرحوم کی معیت میں عیدگاہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ گو جرہ میں ان دنوں احمدی اور غیر احمدی حضرات ایک ہی عیدگاہ میں ساتھ ساتھ پلاٹوں میں عید کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ غیر احمدی ایک بڑے خاندان کے بیشتر افراد کو احمدیوں کے ساتھ دیکھ کر حیرت واستعجاب میں ڈوب گئے۔ غیر از جماعت لوگ آپ کے پاس آتے اور انہیں پھر سے غور کرنے کو کہتے۔ لیکن آپ آخری دم تک سلسلہ حقہ کے فدائی رہے۔

گذشتہ چند برس سے موتیا اترنے اور پھر آنکھوں کے اپریشن کی وجہ سے اخبار پڑھنے اور مسجد میں باقاعدہ جانے سے معذور ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی اپنے پوتوں سے اور حضرت والدہ صاحبہ سے اخبار روز سنا کرتے تھے۔

جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے کے لئے شدید تڑپ رکھا کرتے تھے۔ ہم سب بھائیوں کو علیحدہ علیحدہ خطوط لکھ کر جلسہ سالانہ پر شمولیت کی تاکید فرماتے اور اپنے مکمل پروگرام کی بھی اطلاع دیتے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔

قریشی محمد اقبال صاحب لائن افسر سیالکوٹ سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتے تھے اور اگر کبھی قریشی صاحب کو ہمارے گھر آئے توقع سے زیادہ کچھ دن اوپر ہو جاتے تو خاص طور پر یاد فرماتے۔ گھنٹوں آپ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ اور ربوہ کی باتیں کرتے رہتے

آپ نے مرض الموت سے صرف ۲ دن قبل اپنے خاندانی قبرستان میں خود جا کر اپنی قبر کی جگہ تجویز فرمائی ۱۹ کو تیز بخار کا شدید حملہ ہوا اور آپ مورخہ ۲۲ر اگست کو کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے پیارے آقا کے حضور پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ــــــ آپ نے اپنے پیچھے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں جو کہ سب کے سب بفضل تعالیٰ صاحب اولاد ہیں۔ احباب کرام بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ والد مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی ... خدا تعالیٰ ... توفیق عطا ہو۔ آمین۔ (... پیر محمد اقبال صدیقی ... سٹیشن ماسٹر ...)

قدیم کشمیر میں عیسائی مذہب

(بقیہ صفحہ ۵)

ظاہر ہے کہ جو لوگ عیسٰی دیو کو جماعت میں شامل نہ تھے وہ سلیمان کی ترقی اقبال کے لئے دعائیں نہ مانگ سکتے تھے۔ پس دعائیں مانگنے والے دراصل عیسوی سلسلہ کے ایماندار لوگ تھے۔ سلیمان کی معزولی پر چاروں طرف سے شور و واویلا اٹھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کشمیر کے چاروں طرف حضرت عیسٰی کے ماننے والے موجود تھے جن پر سلیمان کی معزولی شاق گذری تھی۔

سلیمان کی عادلانہ حکومت۔ اس کے دربار میں فقراء اور درویشوں کی کثرت۔ عبادات و ریاضیات میں اس کی محویت و لذت کے متعلق پنڈت کلہن نے تفصیل سے جو روشنی ڈالی ہے اس سے ماننا پڑتا ہے کہ وہ "زاہدوں میں عظیم زاہد" تھا اور تعلق باللہ میں اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا تھا اور یہ حضرت عیسٰی کی فیض صحبت کا ہی اثر تھا۔

سنتالیس ۴۷ سال حکومت کرنے کے بعد جب سلیمان تخت کشمیر سے دستبردار ہو گیا اور عبادت کیلئے نجات اخروی کی فکر میں فقیرانہ لباس میں کسی غار کی طرف روانہ ہوا تو اس کی روانگی اور لوگوں کا گروہ در گروہ روتے ہوئے اس کے پیچھے جانے کا اور اسے رخصت کرنے کا جو نقشہ پنڈت کلہن نے کھینچا ہے وہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اعلیٰ روحانی مقام پر فائز تھا اور اس موقعہ پر کثرت سے جو کشمیری عیسائی حضرت سلیمان کو آنسو بہاتے ہوئے انتہائی محبت اور جذبہ سے رخصت کر رہے تھے۔ اس کی تفصیل پڑھ کر دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

بعدالت جناب افسر مال صاحب بہادر با اختیارات کلکٹر ضلع (شاہ پور) سرگودھا

بمقدمہ گیرا ولد جوایا ذات کنگرہ سکنہ موضع چک راہداس تحصیل بھلوال — اپیلانٹ

بنام (۱) سوجان سنگھ ولد گوربچن سنگھ (۲) بجندر سنگھ (۳) اجیت سنگھ (۴) بلونت سنگھ پسران پیرا سنگھ (۵) ڈی۔ آر۔ سی صاحب سرگودھا (۶) سانیا (۷) دادا پسران جوایا (۸) ولی محمد ولد ور سردارا (۹) سماۃ جلال دختر سردارا (۱۰) جاوہ (۱۱) صاحبزادہ پسران محمد اقوام کنگرہ سکنائے چک راہداس تحصیل بھلوال — رسپانڈنٹان

اپیل بنا راضی حکم انتقال نمبر ۲۳۲۵ موضع چک راہداس تحصیل بھلوال منفصلہ ۲۹-۲-۶۰ ریونیو افسر بھیرہ جس کی رو سے اراضی مندرجہ انتقال مذکورہ بالا کے حقوق موروثت کا خلاف قانون سالم اخراج کر کے کامل ملکیت رسپانڈنٹ نمبر ۱ تا نمبر ۴ کو دی گئی۔ بمراد منسوخی حکم مذکورہ بحالی حقوق موروثت اپیلانٹ و رسپانڈنٹان نمبر ۶ تا نمبر ۱۱۔

مقدمہ عنوان بالا میں رسپانڈنٹان سے غیر مسلم تارک الوطن ہیں۔ بطریق معمولی ان پر تعمیل نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا جملہ رسپانڈنٹان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتقرر ۵-۱۰-۶۰ بوقت ۷½ بجے صبح اصالتاً و وکالتاً یا مختاراً حاضر عدالت ہذا آویں ورنہ ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی۔ ۱۸-۹-۶۰

دستخط حاکم ...... مہر عدالت

ضروری اطلاعات

(۱) کامن ویلتھ سکالرشپس ۱۹۶۱ء یونائیٹڈ کنگڈم و کینیڈا کے لئے پوسٹ گریجوایٹ و ریسرچ سکالرشپ ملکی کے کالجوں و یونیورسٹیوں میں تعلیم کی غرض سے برائے دو سال کے لئے آغاز تعلیمی سال اکتوبر ۱۹۶۱ء سے شروع ہوگا۔ عمر یکم اکتوبر ۶۱ء کو ۳۵ سے کم۔ ترجیح ۲۲ تا ۲۸ سال عمر کو۔ فرسٹ کلاس بیچلر ڈگری یا فرسٹ کلاس پوسٹ گریجوایٹ ڈگری۔ مالیت وظیفہ یو کے ۵۱½ پونڈ ماہوار، کینیڈا ۱۵۰ ڈالر ماہوار۔ ٹورسٹ کلاس سفر مفت۔ نیز فیس ندارد

فارم درخواست بارہ آنے کے ٹکٹوں والا واپسی لفافہ بھیج کر سیکشن آفیسر وزارت تعلیم گورنمنٹ پاکستان کراچی سے طلب ہو۔ درخواست بعہ ۲ روپے کی رسید خزانہ ۱۵-۱۰-۶۰ تک (دپ رٹ ۲۲-۹-۶۰)

(۲) وظائف پاکستان گورنمنٹ سنٹرل گورنمنٹ کے ملازمین درجہ چہارم کے بچوں اور بیواؤں کے لئے جماعت ششم سے کالجوں اور ٹیکنیکل و پروفیشنل اداروں کی تعلیم تک برائے ۶۱-۱۹۶۰ء

درخواستیں ۳۰-۱۰-۶۰ تک معرفت ادارہ کے افسر اعلیٰ بنام سیکرٹری سکالرشپ بورڈ وزارت تعلیم۔ پاکستان گورنمنٹ کراچی۔ (دپ رٹ ۲۲-۹-۶۰)

ناظر تعلیم۔ ربوہ

لیڈر

بقیہ صفحہ ۲

"روٹی" سے اپنے شکم کو ٹھونستے چلے جاتے ہیں سوا اس روٹی کے جو کرائسٹ نے پیش کی ہے ہم نے اتنا ٹھونس لیا ہے کہ ہم تنگ آگئے ہیں ہم اندرونی خلا اور بیزاری سے بری طرح اکتا گئے ہیں۔ ہم کو اپنے اندرونی تعصبات نفرت اور حرص و ہوا نے بوکھلا دیا ہے ہم لیگ رواں میں بے طرح گرفتار ہو گئے ہیں۔ ہم زندگی کے دوراہے سے بچنا چاہتے ہیں مگر بے بس ہیں۔

یہ نقشہ ہے جو پادری بلی گراہم نے آج کے امریکہ کا کھینچا ہے۔ اور وہ اس کا علاج صرف یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں مذہب کی طرف لوٹنا چاہیئے مگر جب تک ہم انفرادی طور پر اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہ کریں گے کوئی قومی تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی۔

آج امریکہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ملک سمجھا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ دولتمند مادی سامانوں کی فراوانی کے لحاظ سے کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ معدنی اور زرعی پیداوار میں بھی وہ سب سے آگے ہے دنیا کی تمام نعمتیں امریکہ کو اس بہتات سے حاصل ہیں کہ وہ ضیاع تک پہنچ جاتی ہیں لیکن پادری بلی گراہم اس کی مثال ایسے آدمی سے دیتے ہیں۔ جو بظاہر تندرست نظر آتا ہو مگر اندر ہی اندر اس کو سرطان ختم کر چکا ہو۔ وہ باہر سے ہر نعمت سے بھرپور دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اندر سے بالکل خالی ہے کیوں! اس لئے کہ اس نے دنیا ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ اس نے اخلاق کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ رائے صرف پادری بلی گراہم کی رائے ہی نہیں ہے۔ بلکہ امریکہ کے بڑے بڑے مفکر جنہوں نے امریکہ کی موجودہ حالت پر غور کیا ہے۔ اور مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کیا ہے۔ وہ سب اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی دیوانے کی بڑ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔

اس سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ وہ اقوام جو اپنی ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی مثال سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور بغیر سوچے سمجھے اس کی تقلید کر رہی ہیں۔ ان کا کیا حال ہونے والا ہے۔ امریکہ سے ہم کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور ابھی سے اپنا ایسا راستہ متعین کر لینا چاہیئے جو ان گڑھوں سے الگ نکلتا ہو جن میں امریکہ بلکہ کہنا چاہیئے کہ یورپی زندگی گری جا رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پادری بلی گراہم اگرچہ عیسائیت پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ بھی امریکہ کے مرض کی صحیح تشخیص اور لہذا صحیح علاج نہیں بتلا سکتے۔ امریکہ اور یورپ اب کسی ایسے مذہب سے متاثر نہیں ہو سکتا جس کی بنیاد غیر معقول مفروضوں پر ہو۔ بلکہ وہ صرف ایسے مذہب کو اب اختیار کر سکتا ہے جس کی بنیاد فطرت پر ہو جو توہمات ذہنی سے بالا ہو حقیقت یہ ہے کہ اب نہ صرف امریکہ بلکہ تمام دنیا مذہبی لحاظ سے بحرانی حالت میں ہے۔ اور ان کو اب صرف ایک ایسا دین ہی تسلی کر سکتا ہے۔ جو مادیات اور مابعد الطبعاتی حالتوں میں ایک تسلسل رابطہ قائم کر سکتا ہو۔ جس کا اخلاقی ڈھانچہ ٹھوس سائنٹیفک بنیادوں پر تیار کیا گیا ہو۔

یہ دین صرف دین اسلام ہے۔ مگر وہ اسلام نہیں جو جاہلی اثرات کے ماتحت مرور زمانہ کے ساتھ اپنی بنیادوں سے ہٹ گیا ہوا ہے۔ بلکہ وہ حقیقی اسلام ہے جو قرآن کریم اور سنت رسول اللہ کی محکم بنیادوں پر نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ دنیا کے سامنے نہ صرف اقوال سے بلکہ اعمال سے پیش کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج تمام دنیا کے حالات اسلام کے لئے ایک عظیم چیلنج ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو یہ امانت سونپی ہے وہ اس کو چھوڑ چھاڑ کر ان اقوام کی تقلید پر رضامند ہو گئے ہیں جن کا تھوڑا سا حال پادری بلی گراہم نے بیان کیا ہے تاہم یاد رکھنا چاہیئے کہ امریکہ اور یورپ کی مادی ترقیاں خیالی نہیں ہیں۔ وہ نہایت جاندار اور محکم بنیادوں پر قائم ہیں اسلام ان کی نفی نہیں کرتا تاہم وہ ان کے استعمال کے لئے اپنا مخصوص اور مقدس لائحہ عمل پیش کرتا ہے جس کی بنیادی اینٹ تقویٰ ہے۔ مگر جس کی عمارت زندگی کے ہر گوشہ کو سمیٹتی ہوئی بلند ہوتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسلام کی حالت آج زندہ درگور کی سی ہے۔

اسلام کی عملی تکمیل صرف ایسی قوم ہی کر سکتی ہے جو زندہ ہو۔ مگر غافلین کے زمرہ سے باہر ہو آج اسلام پکار رہا ہے کہ ع

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
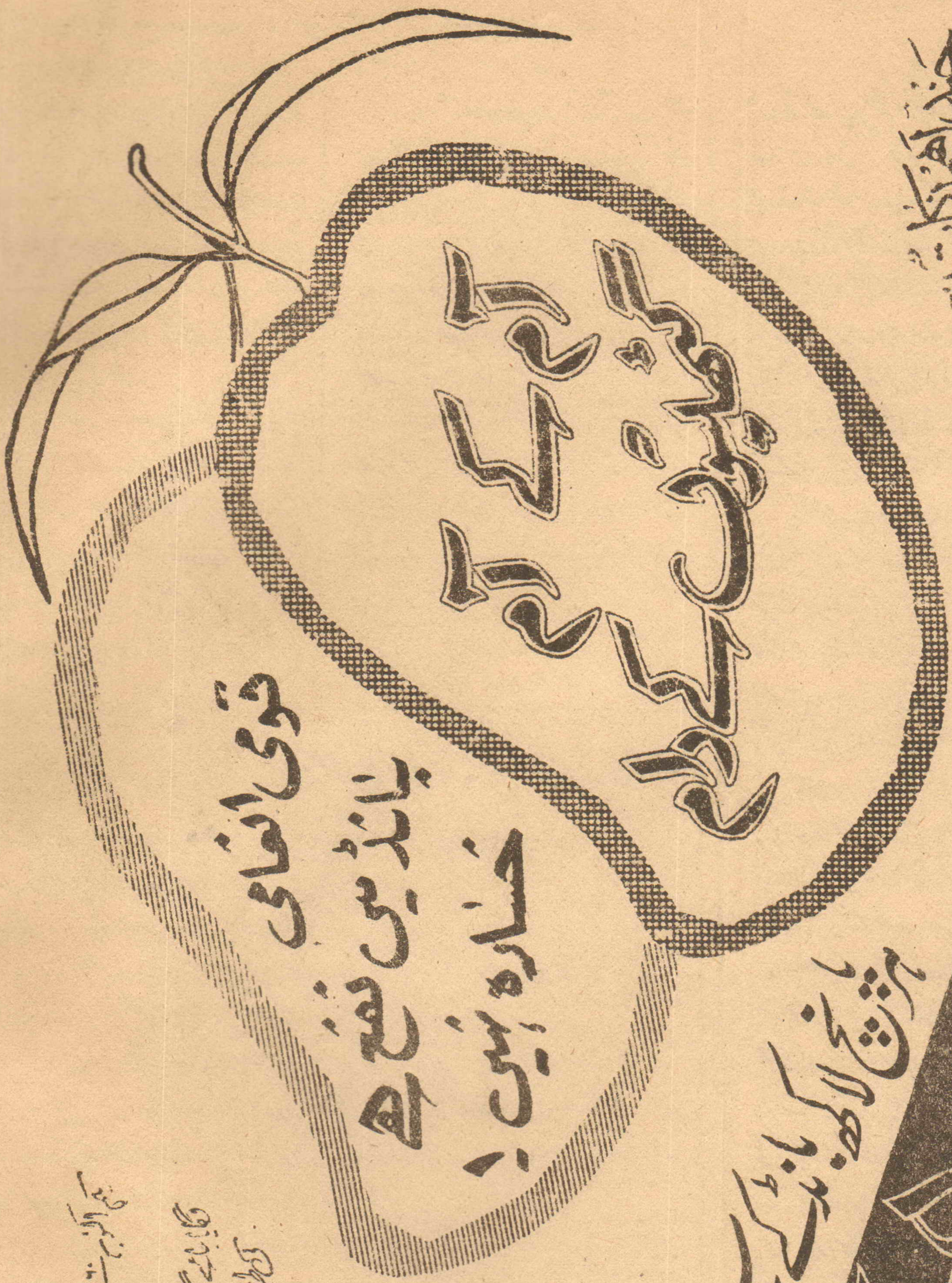
قومی انعامی
بانڈ میں نفع ہے
خسارہ نہیں!
آم کے آم
گٹھلیوں کے دام
یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء سے حکومت پاکستان نے قومی انعامی بانڈ جاری کر رہی ہے۔ ان کی فروخت سے جو روپیہ
حاصل ہوگا اُسے عوام سدھار کے کاموں مثلاً ہسپتالوں، ڈسپنسریوں وغیرہ کی تعمیر میں
لگایا جائے گا۔ انعامی بانڈ اس روپیہ کو جو آجکل لاٹریوں اور سٹوں میں صرف ہوتا ہے، قومی بہبود
کی طرف منتقل کریں گے۔ لاٹری کے برعکس بانڈ کا خریدار اپنی نقدی کو خطرہ میں نہیں ڈالتا
بلکہ ہر شخص جس وقت بھی وہ چاہے اپنے بانڈ کو بیچ کر اپنی رقم حاصل کر سکتا ہے۔
انعامی بانڈ میں قمار بازی کا شائبہ
نہیں ہے۔ آپ کی صرف شدہ
رقم کی پائی پائی آپ کو واپس
مل جاتی ہے۔
چند اہم نکات:-
۱۔ ہر انعامی بانڈ دس روپے کی مالیت کا ہوگا۔
۲۔ بانڈ خریدنے کے لئے کسی قسم کی عرضی لکھنا ضروری نہیں۔ بانڈ کی قیمت نقد ادا کی جائے گی۔
۳۔ ہر سال یکم جنوری، یکم اپریل، یکم جولائی اور یکم اکتوبر کو انعامات کے لئے قرعہ اندازی ہوگی
پہلی قرعہ اندازی یکم جولائی ۱۹۶۱ء کو ہوگی۔
۴۔ ہر بانڈ تاریخ فروخت سے ۶ ماہ بعد، تمام قرعہ اندازیوں میں انعام حاصل کرنے کا اہل ہوگا۔
۵۔ انعامات پر انکم ٹیکس یا سپر ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔
ہر پانچ لاکھ بانڈ کے سلسلے پر
۱۳۷ انعامات
انعامی بانڈ یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء سے جاری ہوں گے
سال میں چار دفعہ تقسیم کئے جائیں گے
ایک انعام ۲۰,۰۰۰ روپے کا
ایک انعام ۷,۵۰۰ روپے کا
ایک انعام ۲,۵۰۰ روپے کا
تین انعامات ۱,۰۰۰ روپے کے
دس انعامات ۵۰۰ روپے کے
ایک سو بیس انعامات ۱۰۰ روپے کے
مندرجہ ذیل مقامات سے خریدیئے:-
سٹیٹ بینک آف پاکستان کے تمام دفاتر واقع
کراچی، لاہور، راولپنڈی، پشاور
کوئٹہ، لائلپور، ڈھاکہ، چاٹگام
اور کھلنا .... اس کے
علاوہ وہ تمام بینک بھی جنہیں سٹیٹ بینک کی طرف سے اجازت دی جائے۔
manhattan OAFP-1/60